١٩٢٧

الہلال

جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

۵۸۷

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	- - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ — کلکتہ : جمعه ۲۲ . جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 18. November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی مین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٦٥۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲٤۲	اردو حروف کی حق مین	٤٤۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٦۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱٥۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی)

میدان جنگ اور حجلۂ ہوس !

انسان ذہن و جسم کی کتنی ہی عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کی ادنی سے ادنی پاکیزگی بھی حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحانی ہدایت کی روشنی سے محروم ہے !

انسان کے لیے یہ سہل ہے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کی تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالی تھیں - انسان کے لیے یہ بھی دشوار نہیں کہ ذہن و فکر کی ایسی بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نہ پہنچ سکے ہوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کی فتح مندیاں لا زوال ہوچکی ہیں' اور دنیا منطق ' ریاضی ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کی پس رو ہے - انسان کی اولو العزمی ان بلندیوں پر بھی نہیں رکتی - کچھ مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کی موجوں کی ہنسی اڑائے ' پہاڑوں کی صفیں چیر ڈالے - لیکن ہاں' یہ مشکل ہے' بہت ہی مشکل ہے ' کہ وہ اخلاق اور روحانی پاکیزگی کی راہ میں اپنی کسی ایک خواہش نفس کا بھی مقابلہ کرسکے - اس کی ساری اولو العزمی اور کوہ ہمتی جو دنیا کی ساری رکاوٹوں کا تن تنہا مقابلہ کرسکتی ہے ' ہوائے نفس کی ایک ادنی سی رکاوٹ بھی اپنی راہ سے ہٹا دینے پر قادر نہیں ہوتی - سکندر تمام دنیا کی تسخیر کی محنت سے نہیں تھکا ' لیکن بابل کی ایک عورت جب اس کے سامنے آئی ' تو اپنی خواہش، نفس کے اضطراب سے بے بس ہوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انسانی کو اخلاق اور اخلاقی سعادت کی دعوت دی ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کی منکوحہ عورت سے باز نہ رکھہ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دھبے بھی دنیا گن چکی ہے' اور یونان کی ایک قدیم ضرب المثل ہمیں بتلاتی ہے "بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

فی الحقیقت، انسانی زندگی کی یہی اخلاقی اور عملی نامرادی ہے ' جو الہامی ہدایت کی کسی بالاتر قوت کی ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتی ہے - انسان اپنے ذہن و جسم کی قوتوں سے سب کچھہ کرلے سکتا ہے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بھی اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انسانی زندگی کی سعادت کیلیے اُس عملی صداقت کی کچھہ بھی ضرورت ہے جسے نیکی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ' تو ناگزیر ہے کہ عام انسانی سطح سے کوئی بلند تر ذریعہ ارشاد و ہدایت کا ہو - مذہب اور الہام اسی ذریعہ ہدایت کا نام ہے -

(نپولین اعظم)

اٹھارھویں صدی میں نپولین بونا پارٹ کا ظہور بھی انسانی اولوالعزمی کا ایک عظیم ظہور تھا - شاید ہی یورپ کے کسی انسان کی نسبت دنیا نے اسقدر کہا اور سنا ہو ' جسقدر اِس غیر معمولی انسان کی عجیب و غریب دماغی قوتوں کی نسبت کہہ سن چکی ہے - تاہم انسانی عظمت کی اخلاقی نامرادی کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر ہے کہ یہی نپولین جب میدان جنگ سے باہر اپنے گھر کی محفوظ زندگی میں دیکھا جاتا ہے ' تو اِس میں اتنی قدرت بھی نظر نہیں آتی کہ نہایت ادنی درجے کی اخلاقی کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکھے !

حال میں جرمنی کے ایک اہل قلم گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکی دوست عورتیں " لکھی ہے ' اور اُس میں مستند تاریخی ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردی ہیں جو نپولین کی عاشقانہ بو الہوسیوں سے تعلق رکھتی ہیں - اِس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے ' اور دو تین هفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث ہے - ہم اُس کی بعض تاریخی داستانیں قارئین الہلال کی عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے ہیں -

(سولہ برس کی عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ " محبت کاہل آدمی کا دل بہلاوا ہے " ممکن ہے ' نپولین نے یہ اُس وقت کہا ہو ' جب وہ پاک دامن تھا - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کی روایت تسلیم کرلی جائے تو — اُس نے اِس قول کی بنا پر حسن و ہوس کی زندگی سے اجتناب نہیں کیا ' وہ ہمشہ کسی نہ کسی حسینہ سے وابستہ رہا -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کی سڑکوں پر پھٹے پرانے کپڑے پہنے پھرا کرتا تھا - نہ تو اُس کی ہیئت سے کسی کو دولتمندی کا شبہ ہوسکتا تھا ' نہ اُس میں ظاہری حسن و جمال ہی کچھہ ایسا غیر معمولی تھا کہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرلے - تاہم یہ واقعہ ہے کہ اُس زمانہ میں بھی بکثرت عورتیں اُس پر عاشق ہوگئی تھیں - کیونکہ فی الواقع اُس میں کوئی ایسی نامعلوم کشش موجود تھی ' جو دلوں کو لبھا لیتی تھی - ممکن ہے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غرور چہرہ کی عجیب اداسی اُس کے دیکھنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتی ہو -

کہا جاتا ہے کہ نپولین سولہ برس کی عمر میں جب والنسا میں رہتا تھا ' تو وہاں کی بہت سی حسین عورتیں اُس پر فریفتہ ہو گئی تھیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسی سے دلچسپی نہیں ہوئی - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولمبیا " تھا - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تھی - ایک مرتبہ خود نپولین نے اِس لڑکی کے

متعلق کہا تھا " اُس وقت دنیا میں کوئی دو شخص، ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسی پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے، جیسی خواب میں بھی کسی انسان نے نہ دیکھی ہوگی ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کی نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دوشیزہ کی یاد محو کردی اور اُسے اپنی ایک ہم وطن لڑکی سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہی سے مستبد تھا - اُس نے اپنی محبوبہ کو سختی سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسی کو بھی مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکی کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہو گئی، اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میدیم پرمون " سے محبت ہوگئی، اور اس قدر بڑھی کہ ایک لمحہ بھی اُس کی جدائی گوارا نہ تھی - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادی کرلینے کی درخواست کی - عورت نے اِس خواهش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاہتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوی ہونے کے بجائے، میں تمہاری ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزری اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کی عادت تھی کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا، اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتی تھی، تو بے اعتنائی سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈم ولسکا " پولینڈ کی ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافی ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کی بہت کوشش کی، مگر وہ برابر بیزار رہی - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگی - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ، یہ میرے ہاتھہ میں گھڑی ہے، جس طرح میں یہ گھڑی چور چور کیے ڈالتا ہوں، اُسی طرح پولینڈ کا ملک بھی پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑی زور سے دیوار پر ماردی - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑی -

لیکن چند دنوں کے بعد ہی، نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھی اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائی مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے، اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاری " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کی دو لڑکیاں تھیں - بڑی کا نام " جولیا " تھا - چھوٹی کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائی نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپنی محبوبہ سے سیر ہوگیا، اور بھائی کی محبوبہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے، نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمہاری محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میری محبوبہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کر لیں تا کہ تمہارا نقص جولیا پورا کر دے، اور میں ڈیزیرا کی کمی پوری کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائی کی محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسی کو بھی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی !

لیکن تھوڑے ہی زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کی راہیں اُس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا، اور اُس کی منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھی خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کی طبیعت کچھہ ایسی بیچین واقع ہوئی تھی کہ ایک ہی حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کی ابتدائی سیڑھیوں پر تھا، اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا، اور اپنے باپ کی تلوار واپس مانگی - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار والکونت الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں پھانسی دیدی گئی تھی - نپولین بچہ کی جرأت و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کی درخواست منظور کر لی - دوسرے دن اُس کی ماں شکریہ ادا کرنے آئی - یہی جوزیفائن تھی - نپولین پہلی ہی نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعی بہت خوبصورت تھی، ساتھہ ہی عقلمند بھی تھی - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کی چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کی وجہ سے سابق شوہر کی تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکی تھی، اِس لیے اس نے بھی اس نئی دعوت عشق کا پوری سرگرمی سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کی آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کی شادی ہوگئی - دلہن کی عمر دولہا سے سات سال زیادہ تھی، مگر نکاحنامہ میں اُس کی عمر ۲۹ - برس لکھی گئی اور نپولین کی ۲۶ برس !

شادی کے دو دن بعد نپولین کو اٹلی کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھی، مگر جوزیفائن کی یاد ہر وقت تازہ رہتی تھی - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا، اور اپنی حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں، تم اُس میں موجود ملتی ہو جس سے مجھے بڑی تسکین ہوتی ہے - اِس دنیا میں اگر کوئی غم ہے تو صرف تمہاری فرقت کا "

جوزیفائن کی تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتی تھی - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا، تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کی طرف سے

بالکل نا امید ہو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمہارے پر ہوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آ جاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نہ تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل ہوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند ہفتہ کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاہا - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رہی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا کہ فوراً چلی آؤ - اِس مرتبہ اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا کہ میں سفر نہیں کر سکتی کیونکہ حمل سے ہوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی ہی خوشی ہوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکہ تم بیمار تھیں - سچ ہے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ... کاش ایک ہی دن کیلیے میں تمہارے پہلو میں ہوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں - کاش میں اُسے لکھہ سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجہ تک پہنچ گئی ہے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواستہ اگر وہ مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رہے گا ! "

لیکن چند ہی دن بعد نپولین کو معلوم ہوگیا کہ جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ہے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رہی ہے - اب اُسکے غصہ کی کوئی حد نہ تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجہ میں خط لکھا ' اور حکم دیا کہ بلا کسی عذر کے روانہ ہوجائے - جوزیفائن بادل ناخواستہ روانہ ہوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند ہی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکہ فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمہارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رہی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکہ مرنے سے پہلے ہم کہہ سکیں کہ ہم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے ہیں " مورخ میسن کا بیان ہے کہ نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا ہوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ہے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوہر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبہ افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتیٰ کہ کہا جاتا ہے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نہ تھا - جوزیفائن دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی - یا تو فوج میں رہنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی ہوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' کہ خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصہ ہوا مگر ضبط سے کام لیا - البتہ اِتنا ضرور کیا کہ اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا کہ آئندہ احکام کا منتظر رہے - اپنے شوہر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمہ ہوا - مگر مجبور تھی - کچھہ کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھوپھی کو ایک خط میں لکھتی ہے " زندگی سے اُکتاگئی ہوں - موت کی تمنائیں کر رہی ہوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ ہوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ ہونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانہ ہوگیا ' اور بیوی سے وعدہ لے لیا کہ جنگ ختم ہوتے ہی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا ہی پہنچا تھا کہ اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر ہردلعزیز ہوگیا تھا کہ اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رہا تھا - مگر خود اُسے کچھہ پروا نہ تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم ہوگئی - کہا جاتا ہے کہ اِسی زمانہ میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا ہوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی کہ نپولین شاید کبھی واپس نہ آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک ہوگئی تھی - مگر اچانک ' اُسے خبر ملی کہ اُسکا شوہر مصر سے آگیا ہے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ہے - بہت خوفزدہ اور پریشان ہوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی ہوگئی تھی - حیران ' تھی شوہر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانہ ہوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام ہوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانہ ہوگئی - مورخ میسن کا بیان ہے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رہی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپہ سالار نے مطلقاً پروا نہ کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید ہوکر واپس جانے والی تھی کہ اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں اوجین اور ہورٹانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے ' رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھہ فرنک قرضہ بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھہ رہی - جب وہ تخت نشین ہوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاہی کی عزت و عظمت کے ساتھہ زندگی بسر کرتی رہی - یہانتک کہ نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر ہوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھہ ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچہ طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ہے کہ آسٹرین بیوی کو اپنے شوہر سے ذرا بھی محبت نہ تھی - بلکہ سخت نفرت کرتی تھی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ ہیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اُسکا دل شیشہ میں رکھکر اُسکی

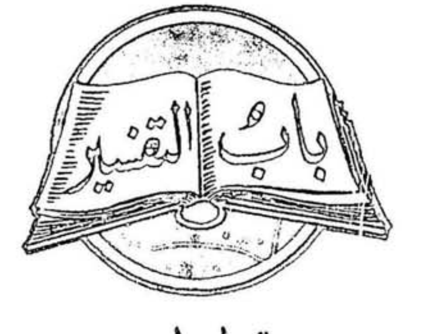

حجة ابراهیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراہیم " کی تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طرق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۲)

(۴) انبیاء کرام (علیہم السلام) حکماء کے وضعی طریق استدلال کی جگہ فطری طریق تلقین کیوں اختیار کرتے ہیں ؟ میں اسکی تشریح یہاں نہیں کرونگا ' کیونکہ اول تو یہ تحریر تشریح کی متحمل نہیں ' ثانیاً آیۂ زیر بحث میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسکی تشریح آگے آئیگی - البتہ ترتیب بیان کیلیے مختصر لفظوں میں یوں سمجھیے کہ :

اولاً ' انبیاء کرام کی تعلیم کا مقصود بحث و نظر نہیں ہوتا ' ایمان و یقین ہوتا ہے - ایمان و یقین کیلیے وضعی علوم کا طریق استدلال کسی حال میں بھی سود مند نہیں - انبیاء کرام کے تمام احکام کا دار و مدار ما وراء محسوسات حقائق پر ہے جسے قرآن حکیم نے عالم " غیب " سے تعبیر کیا ہے - عالم " غیب " کے معاملات خلاف عقل نہیں ہیں مگر ما وراء عقل ضرور ہیں ' اسلیے انکا عام نظری استدلال کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف وجدانی شہادت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے - وہ وجدانی شہادت جو فطرة انسانی میں ودیعت کردی گئی ہے اور جسکا اذعان قدرتی طور پر ہر انسان کے اندر موجود ہے - پس انبیاء کرام کا طریق ارشاد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کے وجدان سے خطاب کرتے ہیں ' نہ کہ مجرد ذہن و ادراک سے -

ثانیاً ' ایک اصل عظیم اس باب میں یہ ہے کہ انبیاء کرام کا طریق تعلیم " مقدمات " کا طریقہ نہیں ہوتا - " براہ راست " تلقین کا طریقہ ہوتا ہے -

عام بول چال میں اس کا مطلب یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی بات کے ثابت کرنے اور منوا دینے کے طریقے دو ہیں : ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے مخاطب سے چند ایسی باتیں منوالی جائیں جو گو اصل مدعا نہیں ہیں ' لیکن انکے تسلیم کرلینے کے بعد مدعا کا تسلیم کر لینا ضروری ہوجایگا - یہ طریقہ " مقدمات " کا طریقہ ہے - دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو بات مخاطب کے دل میں اتارنی ہو ' وہ ایسی شکل و نوعیت میں بیان کر دی جاے ' کہ بغیر کسی دوسری بات کے سہارے کے ' خود بخود دل نشین ہوجاے - اس بات کے سمجھنے ' مان لینے ' اور شک و انکار سے محفوظ ہوجانے کیلیے کسی دوسری بات کے سونچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ ہو - یہ طریقہ " براہ راست " تلقین کا ہے - کیونکہ اس طریقہ میں اثبات مدعا کیلیے جو کچھ کہا جاتا ہے ' مقدمات کا محتاج نہیں ہوتا - پہلا طریقہ علوم وضعیہ اور نظار کا ہے - دوسرا طریقہ طریق فطری اور انبیاء کرام کا ہے -

انبیاء کرام اگر اپنی تعلیم میں مقدمات کا طریقہ اختیار کرتے ' تو ظاہر ہے کہ ان کا خطاب عام نوع بشر سے نہیں ہوسکتا تھا - کیونکہ بجز چند افراد کے جنھوں نے علوم وضعیہ کے طریقہ پر مقدمات کے بحث و نظر کی استعداد پیدا کرلی ہو ' عامة الناس نہ تو ان کی تعلیم سمجھہ سکتے ' نہ ایمان کے لیے مکلف ہوسکتے - انبیاء کے لیے ضروری ہوتا کہ وہ ایمان کی براہ راست دعوت دینے کی جگہ پہلے مدرسوں میں وضعی علوم کی تعلیم دیتے پھرتے ' پھر تعلیم کے بعد مقدمات ترتیب دیکر اثبات مدعا کی شکلیں بناتے ' پھر ان مقدمات میں سے ایک ایک مقدمہ پر لڑتے جھگڑتے - پھر جب مخاطب ان مقدمات کے جال میں الجھہ جاتا ' تو اسے بے بس کرکے اقرار کرا لیتے - یہ طریقہ حکماء کی بحث و نظر کا ہے - " دعوت " کا نہیں ہے - اور انبیاء کرام " داعی " ہوتے ہیں - " مناظر " اور " نظار " نہیں ہوتے !

ثالثاً ' مقدمات کا طریقہ جیسا کچھہ بھی ہو ' یقین نہیں پیدا کر سکتا ' عجز پیدا کر دیتا ہے ' اور دونوں میں فرق ہے - انبیاء اپنے مخاطبین میں یقین پیدا کرنا چاہتے ہیں - بحث میں عاجز کر کے چپ کرا دینا نہیں چاہتے - مقدمات کا طریقہ پیچ در پیچ اور چند در چند نظری مسلمات پر مبنی ہوتا ہے - اگر مخاطب اس پیچ و خم کا شاطر نہیں ہے ' تو بہت جلد لاجواب ہوکر چپ ہوجائیگا - یہ " چپ ہو جانا " نہ کہ " مطمئن ہوجانا " طریق مقدمات میں مناظر کی فتح سمجھی جاتی ہے - لیکن انبیاء کرام زبان نہیں ' دل جیتنا چاہتے ہیں ' اور زبان کے بے بس ہو جانے سے دل میں یقین نہیں پیدا ہو جاتا - تم ایک تیز زبان آدمی سے گفتگو میں بازی نہیں لیجا سکتے ' اس لیے ہار مان لیتے ہو ' مگر اس سے دل کا اعتقاد تو نہیں پیدا ہو جائیگا ؟

رابعاً ' مقدمات کے طریقہ کا تمام تر دار و مدار وضعی علوم کے نظری مسلمات پر ہوتا ہے ' اور یہ مسلمات نہ تو ہر حال میں حقیقی ہیں ' نہ ہر زمانے کی علمی استعداد یکساں طور پر ان کا اعتراف کرسکتی ہے - بہت ممکن ہے کہ کل تک جو بات مسلم طور پر مانی جاتی تھی ' آج اتنی کمزور ہوجائے کہ لوگ اس کی

بیوی کے پاس لیجائے - لیکن جب ڈاکٹر ملکہ کے پاس پہنچا ' تو اسے ایک کانے عہدہ دار سے تعشق کرتے پایا - ملکہ نے نپولین کا پیغام سن کر کہا " میں نے اسکی محبت کبھی اپنے دل میں محسوس نہیں کی - اگرچہ میں یہ ہمیشہ یاد رکھنے پر مجبور ہوں کہ وہ میرے لڑکے کا باپ ہے "

مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتوں سے نپولین کو محبت تھی یا انھوں نے اس سے محبت کی - انمیں سب سے اہم اور قابل ذکر تین عورتیں ہیں - میڈیم پولن ' میڈیم ڈی اسٹائیل ' اور مسز اوپل - ہم انکے واقعات بالاختصار بیان کرینگے -

ھنسي اڑائیں - ایمان کي بنیاد ایسي متغیر اور متلون بنیاد پر نہیں ھو سکتي - وہ تو ھر فرد ' ھر جماعت ' ھر طبقہ ' اور ھر زمانہ کے لیے ایک یکساں حقیقت ھے - یہ محل تفصیل کا نہیں ' ورنہ مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ھو جاتي - ھمارے حکماء اور متکلمین نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے ھي استدلال ترتیب دیے تھے ' جن کی بنیاد اُس وقت کے مذاھب فلسفہ کے نظري مسلمات پر رکھي گئي تھي ' لیکن آج ھم کسي پڑھے لکھے آدمي کے سامنے اُنھیں دھرانے کي جرأت نہیں کرسکتے !

(٥) صرف یہي نہیں کہ قرآن کا یہ طریقہ نہیں ھے ' بلکہ اُس نے واضح طور پر اس طریقہ کي مذمت کي ھے ' اور اسے بھي اُنھي طریقوں میں سے قرار دیا ھے جو اُس کے نزدیک " جدل " کے طریقے ھیں ' اور جو طریق " دعوت " و " ھدایت " کے ساتھہ جمع نہیں ھو سکتے - یہ طریقہ جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پیچ میں مخاطب کو کس دینے کے لیے ضرور مفید ھے - مگر اذعان و یقین کیلیے کہ طریق دعوت و ھدایت کا مقصد وحید ھے ' کچھہ مفید نہیں - بلاشبہ اس طریق کا عامل ایک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا ھے ' لیکن مرشد اور ھادي نہیں بن سکتا - اس کي طبیعت کبھي اِس طرف نہیں جاتي کہ سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي ھو جاتا ھے کہ اپنے بنائے ھوے قاعدوں ' گڑھے ھوے مقدموں ' اور منوائي ھوئي اصطلاحوں سے کسي نہ کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفتہ رفتہ خود اُسکا قلب بھي حقیقت سے نا آشنا اور اُسي قسم کي باتوں پر قانع ھو جاتا ھے جسے انگریزي میں " ٹکنیکل " قسم کي باتیں کہتے ھیں (لفظ صناعی اسکا پورا مفہوم ادا کرنے کیلیے کافي نہیں ' الا یہ کہ اختیار کرلیا جاے) اگر وہ ایک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور یقین کي راہ میں اُس سے نزاع کر رھا ھے ' صرف ایک لفظ کي غلطي ' یا کسي اصطلاحي قاعدہ کي نا آشنائي ' یا ترتیب مقدمات کے پیچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمندہ کر دے سکے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا ' اور اِسے " مناظرہ میں ھرا دینے " سے تعبیر کریگا - لیکن ایک لمحہ کیلیے بھي یہ نہیں سونچے گا کہ اِس نام نہاد فتح و شکست سے حقیقت اور سچائي کا فیصلہ کیونکر ھوگیا ؟ یہ زیادہ سے زیادہ مناظرہ کي جیت ھے - لیکن حقیقت کا فیصلہ تو نہیں ھے ؟ اگر وہ اِس مناظرانہ کج اندیشي کی مدھوشي سے افاقہ پائے ' اور خود اپنے دل کي گہرائیوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم ھو جائے کہ جس بات کے منوانے کیلیے وہ ایک عالم کو چپ کراتا پھرتا ھے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہیں ھے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ ' اور اِس طرح کے تمام طریقے ' نہ صرف حصول مقصد کیلیے سود مند نہیں ھیں ' بلکہ ھدایت و یقین کي راھوں سے دور کر دینے والے ھیں - قرآن ان تمام طریقوں کو " خصومت " اور " جدل " یعنے لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار دیتا ھے - اُس نے جا بجا اِس نوعیت کے اعتراضات اور تشکیکات نقل کي ھیں - پھر بتلایا ھے کہ یہ حق و ھدایت کي راہ نہیں ھے ' خصومت اور جھگڑنے کي روش ھے - سورۂ یاسین میں منکرین کا یہ استفہام تشکیکي نقل کرنے کے بعد کہ " و یقولون متی ھذ الوعد ان کنتم صادقین ؟ " فرمایا " ما ینظرون الا صیحة واحدة ' تاخذھم و ھم یخصمون ! " " خصومت " کا لفظ یہاں اِسي حقیقت کی طرف اِشارہ ھے - سورۂ زخرف میں منکرین کا یہ انداز سخن نقل کیا ھے کہ " ولما ضرب اِبن مریم مثلاً ' اذا قومک منه یصدون - و قالوا : الھتنا خیر أم ھو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لک الا جدلا ' بل ھم قوم خصمون ! " یعنے منکروں کي یہ فکري حالت کہ وہ بات کي حقیقت پر غور کرنے کي جگہ فرضي اور تخمیني صورتیں پیدا کرکے کج بحثي کرني چاھتے ھیں ' راستي و حق پرستي کا طریقہ نہیں ھے - " جدل " کا ڈھنگ ھے -

چنانچہ یہي وجہ ھے کہ قرآن حکیم نے دعوت الي الحق کا طریقہ واضح کرتے ھوے کہا : ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنه ' وجادلھم بالتی ھی احسن (١٦ : ١٢٦) اِس آیت میں بالترتیب تین طریقوں کا ذکر کیا ھے : حکمت - موعظۂ حسنہ - اور جدل - لیکن جدل کو " بالتی ھي احسن " کے ساتھہ مقید کر دیا ھے - یعنے ایسا جدل جو اچھے طریقہ پر کیا جاے - اِس سے معلوم ھوا کہ قرآن کے نزدیک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہیں ھے ' اِلا یہ کہ " بالتی ھی احسن " ھو -

جس آیت کي نسبت آپنے استفسار کیا ھے ' دراصل وہ اسي حقیقت کا ایک بہترین نمونہ پیش کرتي ھے - وہ واضح کرتي ھے کہ انبیاء کا طریق دعوت و ھدایت کا ھے - جدل کا نہیں ھے - اور تشریح اسکي آگے آئیگي -

(٦) لیکن افسوس ھے کہ متکلمین کا منطقي ذوق طریق قرآني کي اھمیت و حقیقت معلوم نہ کرسکا - اُنھوں نے قرآن کو بھي وھي منطقي جامہ پہنا دینا چاھا ' جو خود انھوں نے علم و نظر کے ھر گوشے میں پہن لیا تھا - چونکہ یہ طریقہ قرآن کیلیے ایک مصنوعي طریقہ تھا ' اسلیے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پیش آئیں - لغت ساتھہ نہیں دیتي تھي ' عربي اُسلوب بیان قطعاً مخالف تھا - سباق و سیاق کا مقتضا کچھہ اور ھي کہتا تھا - سب سے بڑھکر یہ کہ قرآن کا عام نظم بیان اس طریق کے ساتھہ چل نہیں سکتا تھا - تاھم وہ اپني موشگافیوں اور کوہ کندنیوں میں برابر بڑھتے ھي گئے ' اور کسي نہ کسي طرح کھینچ تان کر ایک نیا کارخانۂ استدلال گڑھکر کھڑا کر دیا - اب دنیا کہتي ھے کہ قرآن کي مشکلات حل نہیں ھوتیں - لیکن کوئي نہیں جو اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھائے کہ مشکلیں قرآن کي مشکلیں نہیں ھیں - مفسرین کي پیدا کي ھوئي مشکلیں ھیں - اگر ایک بات کو اُس کي زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معانی سے ھٹا کر ایک دوسري طرح کي شکل دیدي جائیگي ' تو یقیناً وہ صاف نہیں رھیگي ' مشکلات کا ایک معما ھي بن جائیگي !

یاد رکھنا چاھیے کہ قرآن کے ساتھہ ھم دو ھي طرح کا سلوک کرسکتے ھیں - یا تو اس کي سچائي تسلیم کریں - یا انکار کردیں - اگر ھم اس کی سچائي تسلیم کرتے ھیں تو ضروري ھے کہ وہ تمام اوصاف بھي تسلیم کرلیں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بیان کیے ھیں - اِن اوصاف میں سب سے پہلا اور بنیادي وصف یہ ھے کہ وہ ھر اعتبار سے سہل ھے - کسي اعتبار سے بھي مشکل نہیں - پس قرآن سب کچھہ ھو سکتا ھے مگر مشکل اور پیچیدہ نہیں ھوسکتا - کوئي تفسیر ' کوئي تاویل ' کوئي ایسي بات جس سے اُس کي کوئي ایک سورت ' کوئي ایک رکوع ' کوئي ایک آیت ' بلکہ اُس کا کوئي ایک لفظ بھي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے لیے سچي تفسیر اور سچي بات نہیں ھو سکتي - یقیناً وہ سچي نہیں ھوسکتي - اس لیے کہ قرآن جسے سچ ھونا چاھیے ' بار بار کہتا ھے : ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (٥٤ : ١٧)

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به الروح الامين - على قلبک لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اسكي تعليم بالكل كهلي هوئي اور اسكا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اتر جانے والا هے - سچائي اس ميں كهول دي گئي هے - حقيقت كے ليے اس ميں كوئي نقاب نهيں - اس كا بيان يكقلم سيدها سادها هے - كسي طرح كي تيڑهه اور پيچيدگي اس ميں راه نهيں پا سكتي - اسكے سمجهنے بوجهنے كيليے صرف اس بات كي ضرورت هے كه دل لگنے والا اور كان سننے والا هو - اسے صرف سن لينا هي اسے پا لينا هے ' اور اسے ديكهه لينے سے انكار نه كرنا ' اسكي شيفتگي اور عشق كا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه كهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذكر " هوں ' " تبياناً لكل شي " هوں ' " تذكره " هوں ' " هدى و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے كه جو بات وعظ هو ' تذكير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل كے روگوں كي شفا هو ' وه منطقي شكلوں كا الجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں كا كارخانه نهيں هو سكتي !

(۷) ضرورت هے كه مختصراً اس معامله كي توضيح كے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متكلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا كا اختيار كيا تها ' اس ميں سب سے زياده ان كا اعتماد حدوث عالم كے اثبات پر تها - يعني عالم قديم (مصطلحۂ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم كے ليے سب سے زياده قوي استدلال حركت اور تغير كا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شكل رٹي تهي : " العالم متغير ' و كل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونكه متكلمين كے دماغ ميں اثبات مدعا كي يهي شكليں بسي هوئي تهيں ' اسليے انهوں نے قرآن كے استدلالات كو بهي كهينچ تان كر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حكيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (على نبينا و عليه الصلوة والسلام) كي ايک " حجة " كا ذكر كيا هے ' اسي طرح سورۂ انعام ميں ايک دوسري " حجة " كا بهي ذكر كيا هے : وتلک حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حكيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " كيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم كے مشاهدۂ " ملكوت السماوات والارض " كے واردات كا ذكر هے : فلما جن عليه الليل ' رای كوكبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديكها ' اور جب ان ميں سے هر كوكب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونكه اس معامله كو قرآن نے " حجة " كے لفظ سے تعبير كيا تها ' اور جيسا كه آگے چل كر معلوم هوگا ' متكلمين نے " حجة " مستعملۂ قرآن كو وهي حجة قرار دے ليا تها جو ان كي مصطلحۂ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت كي تفسير كرتے هوے اپنے منطقي استدلال كي شكل يهاں بهي چپكا دي - مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حركت و تغير سے استدلال كيا هے - يعني ان كي حجة بهي يهي تهي كه " العالم متغير و كل متغير حادث " انهوں نے كواكب كے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال كيا هے كه ان ميں حركت هے - حركت تغير كو كهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سكتا ! اس تفسير پر همارے متكلمين كو اس درجه وثوق بلكه فخر هے كه حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث كو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حكيم رباني جس نے اس حكمت سے مخلوق كو آشنا كيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهي اس سے قطع نظر كيجئے كه اس استدلال كي كمزوريوں كا كيا حال هے ' اور اسكا صغرى اور كبرى هي كونسا قطعي اور مسلم هے كه نتيجه قطعي الثبوت هو - اس پر بهي بحث نه كيجئے كه اس طرح كا استدلال انبياء كرام كي طرف منسوب كرنا طريق دعوت نبوت سے كس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اس بات پر غور كيجئے كه لغت و عربيت كے لحاظ سے اس تفسير كا كيا حال هے ؟ آيت كريمه ميں كوكب ' چاند ' اور سورج كا ذكر هے ' اور تينوں كيليے " افل " كا لفظ آيا هے - متكلمين كي يه تفسير " افول " كے معني حركت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه دي جائيں ' ان كے گڑهے هوے استدلال كي ديوار كهڑي نهيں هو سكتي ' ليكن جزم و قطع كے ساتهه كها جاسكتا هے كه عربي لغت ميں كسي ايسے " افول " كا وجود هي نهيں جو حركت و تغير كے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اسكے معني تو كسي چيز كے چهپ جانے اور غائب هو جانے كے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس كے سوا كوئي معني اس لفظ كے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت كا صاف مطلب يه هے كه جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے كها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں كو دوست نهيں ركهتا - يهاں حركت و تغير كي مصيبت كهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے كه " حركت " سے بهي انكا مقصود حركت لغوي نهيں هے - بلكه حركت مصطلحۂ فلسفه هے - يعني وه حركت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال كو كهتے هيں ' خواه مكان ميں هو يا زمان ميں ' اور كم ميں هو يا كيفيت ميں - مثلاً درخت كا نمؤ بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكم هے ' اور كسي رنگ كا تغير بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكيف هے - ظاهر هے كه اگر " افول " كے مفهوم ميں كسي نه طرح كهينچ تان كر حركت كي دلالة پيدا بهي كرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه كيسا صريح اتهام هوگا كه حركت كا يه فلسفيانه مفهوم ان كے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متكلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے كه حضرت ابراهيم عليه السلام كا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه كواكب كو صانع كائنات نهيں سمجهتے تهے كه انكے ليے اس مزعومه استدلال كي ضرورت هوتي - ان لوگوں كا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج كي نسبت وهي تها ' جو دنيا كي تمام مشرک عقول كا اپنے اپنے ديوتاؤں كي نسبت رهچكا هے اور اب تک هے - يعني يه ايسي روحاني اور ملكوتي هستياں هيں جنهيں دنيا كي تدبير و

تصرف میں دخل ہے ، اور اسلیے اِنکی پرستش ضروری ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ہی نہ تھے ، تو اُنکے محدث و مخارق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراہیم کیوں زور دیتے ، اور کیوں قرآن اسے " تلک حجۃ اٰتینا ھا ابراھیم علی قومہ " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئی ایسی بات آئی تھی ، جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ، کیونکہ اُنکے ہم وطنوں کی اصلی گمراہی یہی تھی -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ، ورنہ یہی ایک تفسیر اِس حقیقت کی توضیح کیلیے کافی تھی کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے ہیں ، اور اُنکی ذہنیت معارف قرآنیہ کی روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اہم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ، لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معنی منطقی استدلال کا جامہ پہنا کر اُس کی ساری دلاویزی اور خوبی غارت کردی ہے ، جو کسی طرح بھی اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ استدلال حضرت ابراہیم کی طرف اِس جوش و سرگرمی کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے ، گویا انکے لیے ابراہیم خلیل کی جگہ اِمام الحرمین یا اِمام رازی بن جانا کوئی بڑی ہی فضیلت کی بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کی جگہ اِمام الحرمین اور اِمام رازی اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کی گئی ہے ، وہ اِتنا وزن بھی نہیں رکھتی ، جسقدر عامۂ حکماء کی عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام اِبن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآنی اسلیے ترک کیا ، تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھ چل سکیں ، مگر افسوس کہ یہ بھی نہ کرسکے - اِنکی خام خالیوں سے تو پھر حکماء کی باتیں غنیمت ہیں "

یا مثلاً ، قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ہوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معنی اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ہوا ہے ، اسکے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ یہ صفت ، تعدد کی نفی کرتی ہے - یعنی وہ ایک ہے ، اکیلا ہے ، اسکا کوئی شریک نہیں - کوئی عرب یا عربی داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسی مفہوم کا تخیل ہی نہیں کرسکتا ، لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معانی اور التزامات پیدا کر لیے ، اور بلا تکلف اُنہی معانی میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ہیں ، خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ہو سکے ، پس معلوم ہوا کہ وہ جسم نہیں ہے ، کیونکہ اجسام قابل انقسام ہیں - ہمیں بھی اِسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کی جاے ، لیکن یہ قطعی ہے کہ قرآن نے عربی کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ، اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کی دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئی تعلق ہے -

یا مثلاً ، عربی کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلی معنی کسی چیز کے نصب ہونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ہے ، اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشي - اي انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لها بشراً سويا " یعنی آدمی کی شکل میں نمایاں ہوا - پھر اسی نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھی ہونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعنی اُس جیسی ہے - تاج محل کے مثل کوئی عمارت نہیں - یعنی اُس جیسی کوئی عمارت نہیں - قرآن نے بھی جا بجا مثل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ہو گئیں ، تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ہونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقی اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلۃ فی الجوھر ، مماثلۃ فی الکیفیۃ ، مماثلۃ فی الکمیۃ ، مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ؛ وغیرہ میں لے گئے ، اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھی وہی استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثله شي " میں " مثل " کو وہی " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ہیں ، اور اسپر اپنی تمام فلسفہ آرائیوں کی عمارت اُستوار کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں - تمام اجسام متماثل ہیں ، اور جسم وہ ہے جو جواہر فرد سے مرکب ہو ، یا جسکی طرف اِشارہ کیا جاسکے ، اور جسکی مقدار ہو ، پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثله شی " تو اِس سے اُن تمام جسمی (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کی نفی ہوگئی جو جواہر میں یا اعراض میں ہو سکتی ہیں - فلو کان جسماً لکان له مثل ، و اذا لم یکن جسماً ، لزم نفي ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئی شے نہیں ، لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثله شي " میں قرآن نے عربی کا جو لفظ استعمال کیا ہے ، اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے ، وہ کیا تھا ؟ کیا وہ یہی مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھی ؟ حاشا و کلا - عربی میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنہی سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ، جن معنوں میں ہم آجکل اُردو میں بولا کرتے ہیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئی عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ مماثلۃ فی الجوھر یا مماثلۃ فی الکمیۃ ، یا مماثلۃ فی الکیفیۃ ، یا مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ، یا مماثلۃ فی اي معنی اصطلاحي فلسفی کی نفی کر رہا ہے - بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسی خوشنمائی رکھنے والی کوئی دوسری عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھی ٹھیک اِسی سادہ اور لغوی معنی میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آگئیں ؟

یا مثلاً ، عربی کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معنی لغت اور زبان میں طول عہد کے ہیں ، اور اِسی نسبت سے وہ ہمیشگی کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - لیکن یہ ہمیشگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بول چال میں ہم کہتے ہیں " یہ آدمی ہمیشہ کلکتہ ہی میں رہیگا " - اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ ابد تک رہیگا اور مستقبل میں کوئی وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ، بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ یہیں ٹھہرا ہوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے ، لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ہو گئیں ، تو " خلود " کے معنی ایسی ہمیشگی کے ہو گئے جسکی کوئی نہایت نہ ہو -

یا مثلاً ، عربی میں لفظ " قدیم " کے وہی معنی ہیں ، جو اردو میں " پرانے " کے ہیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعنی بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کی خاص مصطلحات اختیار کیں ، اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقی تعریف بن گئی - اب کتاب و سنۃ کا مستعملہ " قدیم " بھی اسی معنی میں لیا جانے لگا !

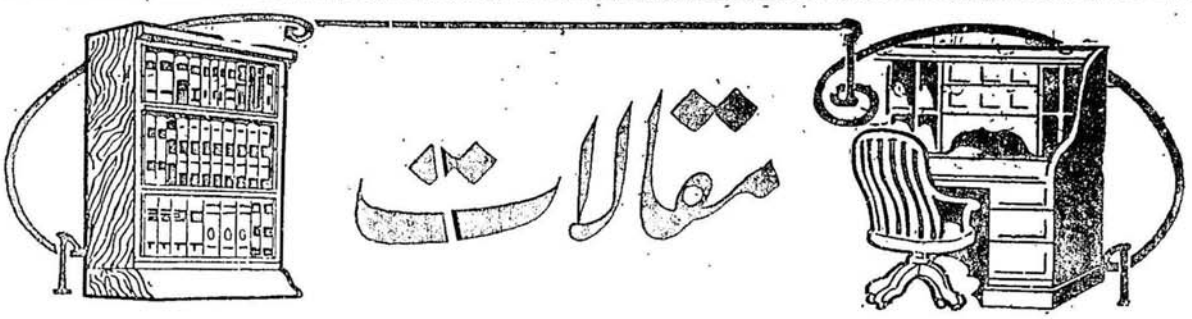

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایہ دار عورتوں کی عمومیت بھی رواج دوگے "

ایک ھی طرح کے سر میں تمام سرمایہ دار یہ راگ آلاپ رہے ھیں !

چونکہ سرمایہ دار اپنی بیوی کو بھی پیداوار کا ایک آلہ تصور کرتا ھے ' اس لیے جب کبھی سنتا ھے کہ آلات پیداوار عام ملکیت ھوجانے والے ھیں ' تو قدرتی طور پر خیال کرتا ھے کہ عورتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ھے کہ عورت پیداوار کا محض ایک آلہ نہ سمجھی جائے - وہ عورتوں کی موجودہ حیثیت بدل دینی چاھتے ھیں -

ھمارے سرمایہ داروں کے اس عیارانہ خوف سے زیادہ کوئی چیز مضحکہ انگیز نہیں جس کی وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رہے ھیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ان کی یہ صورت حال تقریباً ھمیشہ موجود رھی ھے اور آج بھی موجود ھے !

ھمارے سرمایہ دار بزرگ کیا کر رہے ھیں ؟ اپنے مزدوروں کی بیویوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضۂ و تصرف میں رکھنے سے سیر نہ ھوکر ' نیز باضابطہ عصمت فروشی پر بھی قانع نہ ھوکر ' وہ اب آپس میں ایک دوسرے کی بیویوں سے علانیہ تعلقات پیدا کر رہے ھیں ' اور یہ تعلقات سرمایہ دار سوسائٹی کی بہترین معاشرتی دلچسپی ھیں !

خود سرمایہ دارانہ شادی بھی در حقیقت عورتوں کی عمومیت ھی ھے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یہ دیا جاسکتا ھے کہ وہ عورتوں کی موجودہ ریاکارانہ اور خفیہ عمومیت ختم کر دینی چاھتے ھیں - ظاھر ھے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کی منسوخی کے ساتھہ اُس کا نتیجہ یعنی عورتوں کی عمومیت بھی معدوم ھو جائیگی ' اور اُس وقت عام عصمت فروشی کا بازار بھی گرم نہیں ھو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ھے کہ وہ وطنی و قومی روح فنا کردینی چاھتے ھیں -

مزدوروں کی نہ تو کوئی قوم ھے نہ وطن - پس جو چیز اُنہیں ملی ھی نہیں ' چھینی بھی نہیں جاسکتی !

مزدوروں کو پہلے سیاسی طاقت حاصل کرنی چاھیے پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاھیے - یہ کام بذات خود ایک قومی کام ھے ' اگرچہ سرمایہ دار اُسے کچھہ نہ سمجھیں -

جوں جوں سرمایہ دار ترقی کرتے جاتے ھیں ' آزاد تجارت پھیلتی جاتی ھے ' عالمگیر بازار کھلتے جاتے ھیں ' صنعتی پیداوار میں اضافہ ھوتا جاتا ھے ' قومی اختلافات بھی کم ھوتے جاتے ھیں ' اور حالات زندگی میں ھمرنگی و یکسانیت بڑھتی جاتی ھے -

مزدوروں کی فتحمندی ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگی ' کیونکہ ان کی تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ھے -

افراد کے باھمی خود غرضانہ استعمال میں جس قدر کمی ھوتی جائیگی ' اسی قدر قوموں کا باھمی خود غرضانہ استعمال بھی کم ھوتا جائیگا -

جوں جوں فرقہ بندیاں معدوم ھوتی جائینگی ' قوموں کی باھمی دشمنی بھی مٹتی جائیگی -

رہے باقی الزام جو کمیونزم پر مذھبی ' فلسفی ' اور نظری نقطۂ نظر سے لگائے گئے ھیں ' تو وہ اس قدر پوچ ھیں کہ کسی سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت ھے کہ مادی حالات زندگی اور اجتماعی نظام کی تبدیلی کے ساتھہ انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی کہ ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ھے ؟

خیالات کی تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتی ھے کہ دماغی پیداوار ' مادی پیداوار کے ساتھہ ھمیشہ بدل جاتی ھے ؟ ھر عہد کے حکمراں خیالات ھمیشہ وھی رہے ھیں ' جو اس کے حکمراں طبقہ کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ھیں جو سوسائٹی میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ھیں ' تو یہ حقیقت صاف ظاھر ھو جاتی ھے کہ پرانی سوسائٹی کے اندر ھی نئی سوسائٹی کے عناصر کی تکوین پوشیدہ تھی ' اور یہ کہ قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھہ ھی قدیم اجتماعی رشتے بھی پراگندہ ھوجاتے ھیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کی آخری گھڑیوں سے گزر رھی تھی ' تو قدیم مذاھب بھی ایڑیاں رگڑ رہے تھے - یہاں تک کہ مسیحیت نے ظاھر ھوکر انہیں نگل لیا - اسی طرح جب اٹھارھویں صدی میں مسیحی خیالات کی جگہ عقلیت نے لے لی ' تو جاگیر دار سوسائٹی نے اُس وقت کے انقلابی سرمایہ داروں سے فیصلہ کن لڑائی لڑی - پھر مذھبی آزادی اور وجدانی آزادی کے خیالات نے علم کی عملداری اور آزاد مقابلہ کا اصول ظاھر کر دیا -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبی ، اخلاقی ، فلسفی ، سیاسی اور قانونی خیالات تاریخی ترقی کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ، مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھی مذہب ، اخلاق ، فلسفہ سیاست ، اور قانون کی حقیقت کبھی نہیں بدلی ، بلکہ یہ چیزیں بدستور باقی رہیں - مزید براں کچھ اٹل سچائیاں بھی ہیں ؟ جو تمام اجتماعی نظاموں میں ہمیشہ قائم رہی ہیں اور اُن میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئی بنیادوں پر قائم کرنے کی جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ، اور یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام تاریخی ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تاریخ ، جماعتی نزاع کی تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتی نزاع نے کوئی شکل بھی اختیار کی ہو ، لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹی کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے - لہذا کچھ عجب نہیں ، اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعی ضمیر کی تبدیلی اسی وقت ممکن ہے جب جماعتی نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتی رشتوں کا ایک براہ راست طبعی انفجار ! لہذا کچھ عجیب نہیں ، اگر وہ اپنے دوران ترقی میں تمام روایتی نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کی پروا نہیں کرنی چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کی حیثیت حاصل کرلے - یعنی حقیقی جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ، سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپنی سیاسی طاقت استعمال کرینگے ، یعنی پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہی حکمراں طبقہ ہونگے ، اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کی مجموعی مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ، جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھی اقتصادی حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ، مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروری ہو جائینگے - اِس سے مقصود وہی ذرائع ہیں ، جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتی طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقی یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کی ملکیت کی منسوخی اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاری اور برابر بڑھنے والا انکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کی منسوخی -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کی ضبطی -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کی مرکزیت ، اور یہ اِس طرح کہ ایک قومی بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ، اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داری کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کی حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومی کارخانوں اور آلات پیداوار کی توسیع ، اور بنجر زمینوں کی ایک عام اجتماعی خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ، اور صنعتی فوجوں کی تنظیم ، خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعی اور صنعتی محنت کی آمیزش ، تا کہ شہر اور دیہات کی باہمی تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقی میں جماعتی اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ، اور تمام پیداوار قوم کی بڑی اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگی ، تو عام اجتماعی طاقت اپنی سیاسی حیثیت کھو دیگی - سیاسی طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسری جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ، اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ، تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتی طور پر وہ موجودہ جماعتی نزاعات اور خود جماعتوں کو بھی برباد کر ڈالینگے ، بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپنی جماعتی حکمرانی کی حیثیت بھی مٹا دینگے -

الهـلال کو

اشاعت کی کمی کی شکایت نہ ہوتی ، اگر مصارف کی زیادتی پیش نہ آتی - سنہ ۱۹۱۴ع میں الہلال کی یہی قیمت تھی - یعنی بارہ روپیہ سالانہ ، مگر تمام طباعتی اشیاء کی قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھی تھی - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ، لیکن مصارف کی زیادتی کی وجہ سے اب تک آمدنی اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروری نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروری سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)

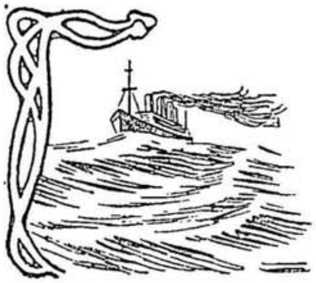

برید فرنگ

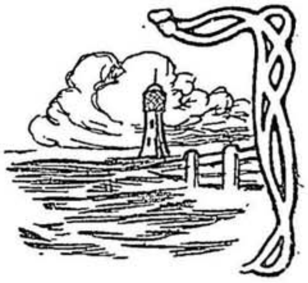

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رساله نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیه کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا هے - مقاله نگار حال میں قسطنطنیه اور قاهره کے سفر سے واپس آیا هے - وه لکھتا هے :

" سنه ۱۹۲۷ کي جو فکري لهر قاهره اور قسطنطنیه کي عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رهي هے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاهتا هوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذیل هے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشؤ و نما اگرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع هو گئي تهي ' مگر وه ایک خاص حد سے آگے نه بڑهسکي - سنه ۱۹۰۰ تک قسطنطیه اور قاهره میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یه سمجها جاتا تها که وه فرانسیسي زبان سے واقف هیں ' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتهه پسند کرتي هیں ' اور اُن میں اهل قلم عورتوں کي بهي ایک محدود تعداد پیدا هوگئي هے -

(۲) لیکن موجوده صدي کے اوائل سے صورت حال میں نئي نئي تبدیلیاں رو نما هوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیاده اهم تبدیلیاں دو تهیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ میں آزادانه سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ۱۹۰۵ سے لیکر سنه ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیاده خواتین یورپ کے بڑے بڑے شهروں میں دیکهي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تهي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تهیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بهي بعض خواتین تهیں -

جدید مصري خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت هو رها هے !

(۳) سنه ۱۹۰۸ع میں جب ترکي میں انقلاب دستوري هوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري هي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم هوگیا - اُس وقت تک دار الخلافه میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تهے ' اور جتنے بهي تهے ' زیاده تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے هوئے تهے - لیکن اب یکایک زنانه کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافه هوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کیے - پهر عام تحریک شروع هوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم هوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بهي متجاوز تهی - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بهي علانیه حصه لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بهي پیدا هوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچهے خطیبوں اور اهل قلم کي تهي - چهره کا نقاب بهي تمام تعلیم یافته خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البته باهر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پهن لیا جاتا تها جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چهپ جاتي تهي ' بلکه سر کے بال بهي پوشیده رهتے تهے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹهڈي تک چهره کهلا رهتا تها -

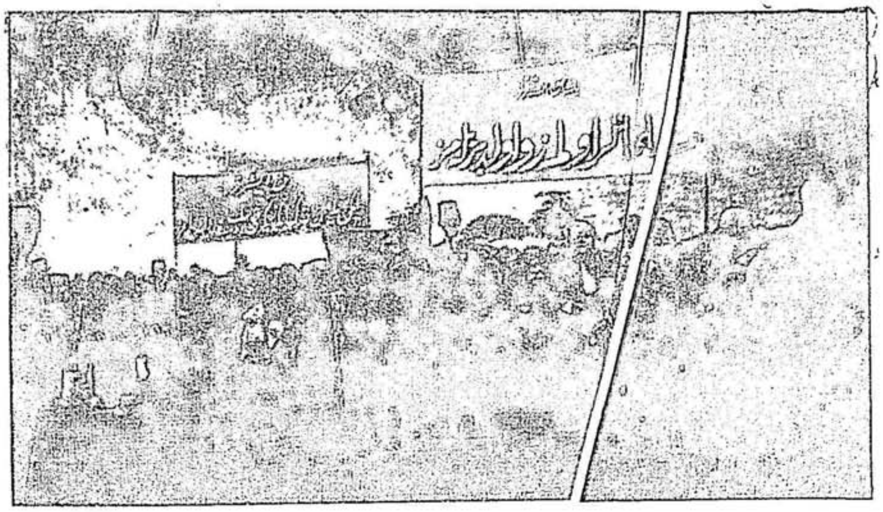

سنہ ۱۹۲۱ میں قسطنطنیہ کی مسلمان عورتوں کا مظاہرہ

سب سے زیادہ اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ مسلمان خواتین نے سرکاری دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کی کوئی سابق مثال موجود نہ تھی - ٹیلی فون اور ٹیلی گراف، کے اکثر مراکز میں عورتیں ہی عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں تائپسٹ عورتیں بھی پیدا ہوگئیں - اس صورت حال نے مشرقی ممالک میں بھی اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکہ ہی کی مضطرب آبادیوں میں محدود تھا -

(۴) ترکی کی اس تبدیلی نے قاہرہ پر بھی اثر ڈالا جہاں مغربیت کہیں زیادہ قوت و وسعت کے ساتھ نشو و نما پا رہی تھی - سنہ ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کی معاشرتی زندگی میں اصلاح کی ضرورت محسوس کی تھی ' اور پردہ کے خلاف اپنی مشہور کتابیں شائع کی تھیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسی نکل سکتی تھیں جو بغیر نقاب کے گھر سے باہر نکلنا گوارہ کرتیں ' لیکن اب ایک بڑی تعداد ایسی عورتوں کی پیدا ہوگئی ' جو بغیر کسی جھجھک کے کھلے منہ باہر نکلنے لگی تھیں ' اور انہوں نے پوری طرح مغربی لباس اختیار کرلیا تھا - سنہ ۱۹۱۲ - میں جب میں قاہرہ گیا تھا ' تو مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا تھا کہ نئے تعلیم یافتہ طبقہ کی عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکی ہیں ' اور بجز خال خال گھرانوں کے قدیم مصری زندگی کا نظارہ کہیں دکھائی نہیں دیتا - بعض گھرانوں کی خواتین سڑکوں پر بالکل کھلے ڈلے نکلنے سے پرہیز کرتی تھیں ' لیکن اپنے گھر میں انہیں اس سے انکار نہ تھا کہ ایک یورپین خاتون کی طرح مہمانوں کی پذیرائی کریں ' اور ان کی صحبتوں میں اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ساتھ شریک ہوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات ہوے ہیں ' شاید ان میں کوئی چیز بھی اس درجہ موثر اور قابل غور نہیں ہے ' جسقدر مشرقی عورت کی کامل مغربیت ہے - اب ہمیں وہ تمام پر اسرار اور قصہ نما تذکرے بھلا دینے چاہئیں ' جو کسی زمانے میں مشرقی عورتوں اور مشرقی حرمسراؤں کی داستانوں میں ہماری تعجب آمیز دلچسپی کا ذریعہ ہوا کرتے تھے ' اور ہر مغربی سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تھا ' سمجھتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کی شاہراہوں میں سرگرداں پایگا - اب مشرق کی ساری چیزوں کی طرح مشرق کی عورت بھی تقریباً نابود ہوگئی ہے وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کا سراغ ڈھونڈھنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق الٹنے پڑینگے - اب انگورہ ' قسطنطنیہ ' اور قاہرہ ہی میں نہیں ' بلکہ بغداد اور شام میں بھی "مشرقی عورت" بغیر ڈھونڈھے نہیں مل سکتی - گذشتہ سال میں نے بیروت میں بہت کوشش کی کہ کسی ایسے امیر گھرانے کا سراغ لگاؤں جہاں مجھے کامل مشرقی زندگی نظر آے - کچھہ عرصہ کے بعد ایک دوست نے رہنمائی کی ' اور میں ایک گھرانے میں مدعو کیا گیا - یہ گھرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گھرانا تھا - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستی " کیلیے بدنام ہیں - یہ مخالفانہ شہرت سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی - میں نے خیال کیا تھا کہ بیسویں صدی میں کم از کم ایک مرتبہ " الف لیلہ " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں ' جو اس وقت مجھپر طاری ہوئی ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گھرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسی ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یہ کہکر اپنی دوازدہ سالہ لڑکی کی تقریب کی کہ " یہ میڈ موزیل ...... ہیں ! "

یہ بیروت کا قدامت پرست گھرانا ہے ! بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ اس گھرانے کی ساری قدامت پرستی اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کی مسن عورتیں مغربی لباس نہیں پہنتیں ' اگرچہ اپنی لڑکیوں کے لیے اسی کو پسند کرتی ہیں !

مقالہ نگار نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ مشرق نے مغرب کی تقلید کے شوق میں اسکی بالکل پروا نہ کی کہ مغربی معاشرت کی بے اعتدالیوں سے اپنی نگہداشت کرے - وہ کہتا ہے " بلا شبہ مشرقی عورت کو مغرب سے بہت کچھہ حاصل کرنا تھا ' لیکن ساتھہ ہی اپنی قدیم زندگی کی بہت سی قیمتی چیزیں محفوظ بھی رکھنی تھیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رہا ہے "

قسطنطنیہ میں خواتین کے ایک خیراتی بازار کا افتتاح

تاریخ وعبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تقلید ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال در اصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برنس ۱۸۳۲ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیروڈوٹس ۴۵۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی تیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹریسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۳۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔

(کیپر صفحہ ۳۰۶)

یعنی مسیح سے ۲۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جیمس ٹیلر)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکو پولو ۱۲۹۰ء)

سنہ ۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"

(سر جارج برڈوڈ)

"میسی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی و ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے سنہ ۱۷۰۰ء اور سنہ ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے بنانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہے۔

(پروفیسر ویبر)

سنہ ۱۷۸۸ء سے سنہ ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد دخانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے باعث روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر تیبرا)

سنہ ۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "منچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کرکے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ("ہسٹری آف انڈیا از ولسن")

سنہ ۱۸۲۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۲ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱۷ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورۂ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل بارٹی کے سات سو نوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھربار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نوربافن جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کرکے قیمت ضبط کر لیتے۔ مہین ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے پیکاروں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جسکی رو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب کاریگر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا۔ اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنہیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے.... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں.... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کر دینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۱ء کی کمرشیل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کر دی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہو گئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے... جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!
(جیمس ٹیلر)

مسٹر رد کل ہرسٹ کا سوال:
"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنا بریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کر دی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"
مسٹر مارٹن کا جواب:
"میں ہرگز ہندوستان کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"
مسٹر رد کل ہرسٹ:
آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہو سکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"
مسٹر مارٹن:
"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے۔"
مسٹر رد کل ہرسٹ:

۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس وقت یہی کا سوال در پیش نہیں ہے جو واقع ہو چکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہو گئی ہیں"
مسٹر مارٹن:
"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"
(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱	۵۳۴۴۹۵ "	۱۹۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۸۲۰۷۷ "
۱۸۳۵	۳۰۶۰۸۶ "	۵۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰	"	۴۰۵۰۰۰۰ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۱۲)

ڈاکٹر تور نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کر سکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا شغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہو گیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۸۰۶۹ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہو گئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کر کے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔
(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آ جاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر سنی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے الیف ٹمٹلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہو جاتی ہے تو یقین کر لینا چاہئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کرے گی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سمیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے۔" (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔
(ہندوستان میں "کیری" کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کر دو گے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کر دیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!
(سر تھامس ٹرٹین ۱۴ر مارچ ۱۸۱۱ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہئے، جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں! (تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں:
(الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے قبضہ کے لئے مفید ہو گی۔

(ب) ہندوستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہو جائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہو گئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہو گی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ھ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہو سکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کر لو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔ (لواسٹ ڈرمینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی رد کی جا سکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہو کر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ا سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ —منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند رُوداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوارِ جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پر پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس تحریر ذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوارِ جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہو گئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہو گئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہو جائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ بونتوس کو آزاد کر دے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کر چکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کر سکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے: "انگلستان کی سرپرستی قبول کر لی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کر لی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوا دینے کی کوشش کی تھی۔ میرے ماتحت پہلے تین ڈویژن تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کر دی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اناطولیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہو گئے۔ علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کر کے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ر جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کر دیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہو گیا تاکہ آزادی سے جد و جہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہو گئی۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ "تاریخ ثابت کر چکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک قابل، مستقل مزاج، اور چست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پا گئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کر سکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہو جانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلایا جانا چاہئے۔ کپتان رؤف بک، جنرل علی فؤاد پاشا، خالدہ ادیب خانم زوجہ عدنان بک ... اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے اور ... ارکان مجلس نے ... درخواست کی کہ ... یہ مسئلہ ملتوی کر دیا جائے۔ میری درخواست منظور کر لی گئی۔

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ شرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کردے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کردیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کردیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کرسکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جدوجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوءِ ظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہٰذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کردے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھسے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر ۸ گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کرکے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیئے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے اُنھیں باخبر کردیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کردینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتی کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متأثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہوجائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردئیے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی۔ اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کرسکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھسے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہوجائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرگئی!"

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بولو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کردیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے اماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو۔ لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پاگیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پُوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کردیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کرسکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کرسکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

کئے۔ ٹرکی میں جو اعلان شایع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ر اپریل ۱۹۲۱ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ انھوں نے کہا "میں نے انھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر انھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارابکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سوا اس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اس کے بعد غازی نے وہ روداد یں پڑھیں جو مشہور خائن سعید مُلا، انگریز راہب فرد کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نور الدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ انھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامیزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک عَلم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد وغیرہ، سیورک، الیغین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہو گئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے۔ چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کر دئے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بار آور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کر لیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہو گئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کریں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کر لیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدہ کومرد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رو سے ترکی سرحدیں وہی ہو گئیں جو ۱۸۷۶ء میں تھیں۔ اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہو گیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کر لیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہو گئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیج دیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہو گئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ انھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آونو میں [illegible] کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بر وقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ٹرکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ گر دوملو پنار میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بُلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ، بنائے جائیں۔ عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آ کر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کر لیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کر لی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جسنے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کر لیا۔ ٹرکی کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہو گیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو ازحد نامبارک

اور فتح سے نا امید تھی۔ حالانکہ ایسے ہم کافی طاقتور تھی۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء کو جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶؍ اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کرڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور آدرنہ سے دست بردار ہوجائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہوگیا!

دو عملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کردوں چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کرلی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کرلینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب، روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کردیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کردیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہوکر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ترکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحیدالدین، منصب خلافت سے ہٹادیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۱۸؍ نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء وحیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

"۲۱؍ اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کردینا ہوگیا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کردیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کردئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہوجائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا ابھی یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی اشکال کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کردی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفۂ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خاں" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کرلیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مر چکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کرلی، دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مرگئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہوگیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کرسکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دلی کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ ہنی مون" رویرا کے ساحلوں پر گذار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اتنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں، وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توام تارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ بلاسکٹ نے ایک عجب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توام ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ، ۱۷،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کرلیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱،۵۲،۱۲۸ میل ہے۔

خواجہ حسن نظامی

کا

ہفتہ وار انگریزی اخبار

ینگ مسلم دہلی

تبلیغ کا حامی۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے۔ طالب علموں سے چار روپے

ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہئے

مینجر ینگ مسلم دہلی

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربرآوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جنیوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خود غرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہو سکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہو چکی ہے۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کر دیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے بلکر ٹری لے دے کی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا "دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کر دی ہے۔ وہ تمام اضطراب اور بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا عَلم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ سنہ ۱۹۲۶ والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دُول عظمیٰ نے اختیار کر لیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کر سکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۱۹۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہے جتنی سنہ ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳۰،۱۴۰،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی سنہ ۱۹۱۳ میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔

حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی، اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کر سکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور یورپ میں ابھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہو جاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کر گئی ہے۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہو گیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھر رہی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اپنی دُنیا میں واپس آ جاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہو کر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے۔ بعض جسموں سے اس مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کر جاتی ہیں اور وہ حد درجہ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

رُوح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بَرّی حیوانات اپنی طبیعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریے قائم لئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہویل مچھلی کو مستثنیٰ کر کے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

کچھوا	۳۰۰ برس
طوطا	۳۰۰ ״
کوّا	۳۰۰ ״
بَط	۳۰۰ ״
ہاتھی	۲۰۰ ״
شکرا	۱۶۲ ״
گدھ	۱۰۴ ״
شترمرغ	۷۰ ״
بُوم	۷۰ ״
بگلا	۶۰ ״
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰ ״
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰ ״
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰ ״
جنگلی سور،	۳۰ ״
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵ ״
گوریا	۲۰ ״
ہرن	۱۶ ״
کتا اور بھیڑیا،	۱۵ ״
لومڑی	۱۰ ״
چوہا	۳ ״

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۲)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۲	۳۲٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۲۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۱۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶٫۲۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۲۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۶۰	۲۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲٫۶۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۲	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۲۴	۶۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۲۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰ — ۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۱۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۳۳۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۷۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۲۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۷۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۴	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۷
آسام	۲۹۳۴۷	۲۳۱۵۲	۴۳۴۹۹
کُل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۲۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	″
فرانس	۱۲۹۲	″
اٹلی	۵۴۰	″
جاپان	۱۱۸۰	″
ہندوستان	۳۰	″

فی کس روزانہ آمدنی

آمریکہ	لعہ ۲ر
برطانیہ	للعہ ار
فرانس	ے ۹ر
اٹلی	عہ ۹ر
جاپان	ے ۲ر
ہندوستان	ار

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۴-۱۹۱۳ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۲-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۱-۱۹۲۰	۲۲۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۴۵-۰-۰	۴-۸-۰
سنہ ۲۳-۱۹۲۲	۲۶۱-۴-۰	۱۵۶-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۵-۱۹۲۴	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۶۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

	ہندوستان	جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
سرکاری نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	...
کان کن	۱٫۱۷	۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۲۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۶۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخۂ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزا سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء مع جنتری تیار ہو بمفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو — ## دو روپے تولہ سونا — گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خونی کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آ جاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی پاتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۱۲ لاہور

برص سفید داغ ایک ہفتہ میں غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ کیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ ستار روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صر)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

سوورن گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علیٰ آسانی سے اہم چھوٹے چلے جن کی وجہ سے ہوائی کی لئے مفید کی گولیاں کافی ہوسکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا ضلع فیروزپور پنجاب۔

[illegible]

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہو۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبہ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہو:-

(۱) حصہ اول سیرۃ الرسول عہ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عہ (۳) حصہ سوم خلافت بنی امیہ عہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عہ (۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عہ

تاریخ فلسفۂ اسلام ... دی بوئر سنیف کی براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیما و ناظم اردو اکادمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ) برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبد الحیٔ صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عہ)

دیوان غالب اردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہو۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہو دیوان مکمل ہو جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد، اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:- مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے **ملک معظم** برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصّہ نزاکت یا پیچیدگی ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے!

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide To Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسله میں هم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه " سلسلۂ تراجم " بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

أسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب " زاد المعاد " كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ " وسيله " كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول " توحيد " كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعهٔ معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے چهه آنے

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه سوا روپيه

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه — فى العبدات پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي عليحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البلاغ پريس " كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شائقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شائقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه
" " " چهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد " البلاغ " (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعهٔ علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر " البلاغ پريس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.